کشمیر میں سن ھجری کی ترویج
اور
علوم و فنون کا ارتقاء

ڈاکٹر صابر آفاقی

مضمون نگار نے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف نہیں کیا - انہوں نے تفصیل اور وضاحت سے یہ تو بتایا نہیں کہ کشمیر میں اسلام کی نشر و اشاعت کس طرح ہوئی - مسلمانوں کے عہد میں کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں ، کتنے عربی اور دینی مدرسے ، علمی اور ادبی ادارے قائم ہوئے - عربی زبان ، قرآن ، حدیث ، فقہ اور اسلامی تاریخ کی تعلیم کو کس درجہ فروغ ہوا - دینی علوم اور اسلامی موضوعات پر کتنی کتابیں تصنیف کی گئیں - کس پایے کے علماء و فضلا داعی اور مبلغ پیدا ہوئے - جبکہ موضوع کے اصل تقاضے یہی تھے ان تقاضوں کو نظر انداز کیا گیا یا کما حقہ پورا نہیں کیا گیا -

مضمون نگار نے ظلم یہ کیا کہ نام نہاد "فنون لطیفہ" اور اس کے لوازمات کی بہت سی ایسی خرافات کو بھی اسلامی علوم و فنون کے ذیل میں گنا ڈالا جن کا اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں ، محض اس لئے کہ ان کو فروغ دینے والے یا ان کی سرپرستی کرنے والے نام نہاد مسلمان تھے - ڈوم ڈھاری ، بھاٹ مراثی ، سازندے ، گویے ، نچنیے ، اداکار اور اداکاراتیں پیدا کرنے کے لئے اسلام نہیں آیا تھا

فن تعمیر ، ادب اور شاعری ، خطاطی ، نقاشی ، مینا کاری ، فن سپہ گری ، صنعت و حرفت کے پیشوں کی حد تک تو ، بشرطیکہ یہ سب اسلامی روح سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہوں ، کھینچ تان کر گنجائش نکالی جا سکتی ہے۔ مگر یہ ناچ رنگ ، گانا بجانا ، اداکاری ، نقالی ، بھسی اور مسخرہ پن کے لئے اسلامی تہذیب و ثقافت میں کہاں سے جگہہ پیدا کی جا سکتی ہے۔ (مدیر)

وادی کشمیر نگینہ زمرد میں ہے تو اس کے اطراف میں واقع علاقہ ہائے کشتواڑ جموں ، راجوری ، پونچھ ، مظفرآباد ، گلگت ، بلتستان اور لداخ اس نگینے کا حلقۂ زریں ۔ کشمیر وادی اگر پھول ہے تو اطراف کے پہاڑی علاقے اس پھول کی پنکھڑیاں ھیں ۔ مگر تعجب ہے کہ ہمارے ملکی وغیر ملکی مورخین کشمیر وادی کی تاریخ و ثقافت پر قلم اٹھاتے وقت ان پنکھڑیوں کو نظر انداز کر جاتے رہے ۔ اس طرح وہ ھمیں اس خطہ کی ادھوری اور یک طرفہ تصویر ھی دکھا سکے ۔ حالانکہ وادی کی ہر سیاسی ، مذھبی ، تمدنی اور ثقافتی تبدیلی ارد گرد کے علاقوں پر اثر انداز ہوتی رھی ہے۔

کشمیر کی تمدنی سرگزشت کا تاریخ ریکارڈ ھمیں ٢٦٦٦ ق م سے ملتا ہے۔ کشمیر اور اس کے ملحقہ علاقوں پر دوسری صدی عیسوی میں یونانیوں نے حملہ کیا ۔ اسی صدی میں شُک اور پھر کوشان قبائل نے اسے فتح کیا ۔ ان حملوں نے کشمیر کی تہذیب و ثقافت پر دیرپا اور دور رس اثرات مرتب کئے ۔ ایک ھندو مورخ بنیر جی کے بقول پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں گوجر قبائل نے کشمیر اور اس کے اطراف کو فتح کرکے زیرنگین کیا ۔(١)

بعد کی صدیوں میں ھندومت اور پھر بدھ مت نے یہاں اپنا اقتدار قائم کیا ۔ اور یہ سرزمین گندھارا تہذیب کا اھم مرکز بن گئی ۔ نیل مُنی کی نیل مت

پوران اور پنڈت کلہن کی راج ترنگنی میں کشمیر میں ان مختلف تمدنوں کے عروج و زوال کی تفاصیل ملتی ہیں ۔

ساڑھے چار ہزار سال کی طویل تاریخ کے دوران کشمیر کی سرکاری ، علمی ، ادبی اور دینی زبان سنسکرت رہی جو شاردا رسم الخط میں اور بھوج پتر پر لکھی جاتی تھی ۔ اس عہد کے سبھی علوم و فنون مثلاً شاعری ، مصوری، ڈرامے ، مجسمہ سازی اور فن تعمیر میں ہندو روایات و عقائد کی عکاسی ہوتی تھی ۔ آخر کار رسم و رواج کی پابندی ، ذات پات کی تقسیم ، مہاجنی نظام اور برہمنی اقتدار نے ہندو سوسائٹی کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا اور ہندو عوام زندگی میں بہتر تبدیلیوں کے خواہش مند نظر آنے لگے ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قدیم کشمیر کی سرحد ملتان سے ملی ہوئی تھی ۔ ساتویں صدی عیسوی کے آواخر میں جب محمد بن قاسم کے ہمراہ مسلمانوں نے سندھ کو فتح کرکے یہاں اسلام کی تعلیمات توحید ، عدل اور مساوات رائج کیں تو اس معاشرتی نظام کی خوشبو گلزار کشمیر میں بھی مہکنے لگی ۔ محمد بن قاسم کے اسلامی لشکر میں عرب و عجم کے لشکری شامل تھے۔ لہذا دھیرے دھیرے کشمیر میں فارسی زبان نہ صرف یہ کہ جڑ پکڑنے لگی بلکہ تاریخ بیہقی کے مطابق کشمیر گیارھویں صدی عیسوی میں فارسی زبان و ادب اور رسم الخط کا مرکز بن چکا تھا ۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ ایک حجام کا لڑکا جس کا نام تلک تھا ہندو کشمیر میں زیر تعلیم رہ کر فارسی زبان و خط میں مہارت حاصل کر چکا تھا اور وہ محمود غزنوی کا ترجمان مقرر ہوا تھا ۔ ابو الفضل لکھتا ہے ۔ این تلک پسر حجامی بود و لکن لقائی و مشاہدتی و زبانی فصیح داشت و خط نیکو بھندوی و فارسی ۔ و مدتی دراز بکشمیر رفتہ بود و شاگردی کردہ ۔(۲)

محمود غزنوی نے ۱۰۱۵ عیسوی میں کشمیر پر حملہ کیا ۔ وہ اس ریاست کو فتح تو نہ کر سکا لیکن اس کے حملے نے کشمیر کے معاشرتی ڈھانچے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ۔ پنڈت کلہن نے راج ترنگنی مولفہ ۱۱۴۹ ع میں دویــــر اور گنجـــــور جیسے فارسی الفاظ برتے ھیں جو کشمیر میں فارسی زبان کے نفوذ کا پتہ دیتے ھیں ۔ مشہور سیاح مارکو پولو لکھتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں کشمیر وادی میں مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود تھی ۔

۱۳۲۵ ع میں کشمیر کا بدھ راجہ ، رینچن مسلمان ھو کر سلطان صدر الدین کہلایا اور یہ سال اسلامی ثقافت کے باقاعدہ استقرار کا نقطہ آغاز بن گیا ۔ اب فارسی زبان نے کشمیریوں پر نئے علوم و فنون کے دروازے کھول دئیے تھے ۔

اس اھم تاریخی تبدیلی کے چند ھی سال بعد ۱۳۳۹ ع میں شاھمیری خاندان کی حکومت قائم ھوئی تو اطراف کے کئی علاقے فتح کرکے سلطنت میں شامل کر لئے گئے ۔ شاھمیری عہد میں نومسلموں اور ایران و ترکستان سے آنے والے سینکڑوں علماء و صوفیاء کی بدولت کشمیر میں مکمل فکری و تہذیبی انقلاب رونما ھو گیا ۔ ان مہاجرین میں سید علی ھمدانی قابل ذکر ھیں ۔ مسلمان نیا تمدن اور نئی معاشرت ساتھ لائے تھے ۔ اخلاق ، آداب مجلس ، ادب و فنون ، یہاں تک کہ نیا لباس ، نیا سامان آرائش ، نئے کھانے ، نئی صنعتیں اور نئی اصطلاحات اپنا لی گئیں ۔ مسلمانی لباس کے رواج کے بارے میں میر حسن لکھتے ھیں ,,در زمان سلاطین کشمیر کہ مرد مان ھندوستان و ترکستان در اینجا وارد شدند و باشندگان اینجا دستار مشعث درعی و کفش اوزبکی یعنی میخ دار و پیراھن فراخ و طویل سینہ کشادہ و آستین بہ درازی یک نیم درعہ چوڑی دار مروج نمودند،، ۔(۳)

لباس کی تبدیلی کے بعد تقویم میں تبدیلی لائی گئی ۔ آپ جانتے ہوں گے کہ ہندو دور میں کشمیر میں جو مقامی سنہ مروج تھا اسے لوکک کہتے ہیں جو سپت رشی نے ایجاد کیا تھا ۔ اس کی ابتداء ۳۰۷۵ ق م سے کی گئی تھی ۔ اس حساب سے ۱۹۸۰ ع میں اس سنہ کا ۵۰۵۵ واں سال گزر چکا تھا ہے ۔ جب کشمیر کا بدھ راجہ رینچن مسلمان ہوا تو اس نے یہ قدیم تقویم بھی موقوف کر دی اور اس کی جگہ ہجری سنہ کو رائج کیا ۔(۳) کشمیر اور اطراف کشمیر پر ۱۳۲۵ سے لے کر ۱۸۱۹ ع تک چار مسلمان خاندانوں ـــــ شاہمیریوں ، چکوں ، مغلوں اور افغانوں نے حکومت کی ۔ ان خاندانوں کے پانصد سالہ عہد حکومت میں یہاں اسلامی تہذیب و ثقافت (۱) علم و ادب فکرو فلسفہ اور فن و ہنر کو فروغ حاصل ہوا ۔

کشمیر میں اسلام کے ورود سے قبل یہاں کے فن تعمیر پر ترکستانی ، رومی اور یونانی فن تعمیر کا اثر نمایاں رہا ۔ مارتنڈ اور اونتی پور کی عمارات کے کھنڈر آج بھی اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں ۔ منقش ستونوں اور دیواروں پر بنے ہوئے اپالو جیسے نقش و نگار اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں کہ یہ علاقہ ایک مدت تک یونان کے زیر نگیں رہا ۔

بعد کے ادوار میں کشمیر ہندو اور بدھ تہذیب و تمدن کا اہم مرکز بنا ۔ ان زمانوں میں مندر ، اسٹوپا اور قلعے وغیرہ پتھر سے بنائے جاتے تھے ۔ دیواروں پر دینی بزرگوں اور دیوتاؤں کی شبیہیں تراشی جاتی تھیں ۔ ستونوں پر مورتیاں بنائی جاتی تھیں ۔ اسلام کی آمد کے بعد سے یہ فن تعمیر یکسر بدل گیا ۔ اسلام میں مورتی پوجنا اور مورتی بنانا حرام ہیں ۔ لہذا سابقہ طرز تعمیر کے ساتھ

---

۱ ۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور مسلم تہذیب و ثقافت میں فرق کرنا چاہئیے ۔ دونوں کو اکثر خلط ملط کر دیا جاتا ہے جس سے خلط مبحث ہوتا ہے ۔ (اصلاحی)

عمارتوں پر مشرکانہ علامتوں کی ترسیم موقوف ہو گئی ۔ مندر کی جگہ مسجد اور پاٹھ شالہ کی جگہ مدرسہ تعمیر ہونے لگا ۔ اس طرح برج و مینار اور گنبد و محراب کے ظہور نے حسن تعمیر کو دو چند کر دیا ۔ مکین بدلا تو مکان بھی بدل گیا ۔ نئی سوچ نے جدید طرز تعمیر کو عام کیا ۔ نئے قلعوں ، باغوں ، نہروں ، تالابوں ، پلوں ، مسجدوں اور خانقاھوں میں اسلامی فن تعمیر کا حسن نظر آنے لگا ۔

اھل کشمیر مسلمان ہوئے تو سنسکرت کی جگہ فارسی نے لے لی ۔ بھوج پتر پر لکھنا متروک ھوا ۔ شاردا رسم الخط پر فارسی رسم الخط نے خط تنسیخ پھیر دیا ۔

اس انقلاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کشمیر کا شاعر ملا ندیمی کہتا ہے ۔

زین تختہ ھائے کاغذ زیبای رنگ رنگ
بشکست دور گردش پرکار عرش توز

چنانچہ لائبریریاں قائم ہوئیں اور مدارس میں اسلامی علوم کی تدریس ہونے لگی ۔ پھر جلد ھی خود کشمیری جو کتاب خواں ھی تھے صاحب کتاب بھی بن گئے ۔ جن علما نے مختلف موضوعات پر فارسی و عربی میں کتابیں اور حواشی تحریر کرکے شہرت پائی ان میں چند ایک کے نام یہ ھیں ۔ شیخ یعقوب صرفی ، ملا محسن فانی ، ملا محمد امین ، ملا نور محمد ، ملا محمد سعید ۔ اور ملا محمد انور مظفر آبادی کاشمیری ۔ ان علماء میں سرآمد روزگار ملا کمال کشمیری ھیں جن کی شاگردی پر ملا عبد الحکیم سیالکوٹی جیسے فلسفی ، مجدد الف ثانی جیسے مصلح ملت اور نواب سعد اللہ علامی جیسے سیاست

دان کو ناز تھا ۔ چونکہ کشمیر میں اسلام کی باقاعدہ اشاعت ۱۳۲۵ ع میں ایک عالم اور صوفی سید شرف الدین بلبل شاہ کے ذریعے ہوئی لہذا جلد ہی وادی اور اس کے اطراف میں ایک وسیع خانقاہی نظام قائم ہو گیا ۔ کشمیر میں تصوف کی بنیاد گوللہ عارفہ اور شیخ نوالدین ریشی نے رکھی ۔ مگر بعد کی صدیوں میں سہروردیہ ، قادریہ نقشبندیہ ، نور بخشیہ ، چشتیہ اور کبرویہ سلسلے کے صوفیاء نے عوام کی رشد و ہدایت کے لئے کوششیں کیں ۔ ان سلسلوں کے مشاہیر صوفیاء میں بابا نصیب الدین ، غازی شیخ مخدوم حمزہ ، بابا داؤد خاکی ، یعقوب صرفی اور بہاؤ الدین گنج بخش ہوئے ہیں ۔ شاہمیری اور چک عہد حکومت کے دوران وادی میں سینکڑوں خانقاہیں تعمیر ہوئیں ۔ تاریخ نے جن خانقاہوں کے نام محفوظ رکھے ہیں ان میں یہ زیادہ مشہور ہیں ۔ خانقاہ والا ۔ خانقاں کبرویہ ، خانقاہ اعلاً ، خانقاہ فیض پناہ ، خانقاہ سید محمد مدنی ، خانقاہ شمسی ، خانقاہ چشتی ، خانقاہ شیخ العالم ، اور خانقاہ معلّی ۔

فارسی میں جن کشمیری اہل قلم نے کتب تاریخ قلم بند کیں ان میں چند نمایاں نام یہ ہیں ۔ حیدر ملک چاڈورہ ، سید مہدی کشمیری ، نرائن کول عاجز ، رفیع الدین غافل ، خواجہ اعظم دیدہ مری ، بدیع الدین ، دیوان کرپارام ، بہاؤالدین خوشنویس ، خواجہ سناء اللہ خراباتی ، پیر حسن اور حاجی محمد مسکین ۔[۱]

سر زمین کشمیر سے فارسی کے جو عظیم شعراء اٹھے ان میں صوفی ، فانی ، مظہری غنی ، جویا ، اسلم سالم ، اور ملا حمید اللہ شاہ آبادی قابل ذکر ہیں ۔ ان شاعروں کا کلام اہل زبان کی میزان میں تل کر سند اعتبار حاصل کر

۱ ۔ کشمیری اہل قلم کے ذکر میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کے نام بھی ہیں ۔ موضوع کو مدنظر رکھیں تو یہ وضع الشی فی غیر محلہ کے حکم میں آتا ہے ۔ انہوں نے فارسی میں لکھا ہے ان کا ذکر بہتر ہوتا کہ الگ سے کیا جاتا ۔

چکا ہے۔

فارسی و عربی نے کشمیری اور دیگر زبانوں یعنی پہاڑی ، گوجری ، ڈوگری ، لداخی ، بلتی اور شنا پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ صرفی و نحوی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ فارسی نے ان زبانوں کو شعر و ادب کے اعتبار سے غنی بنایا اور ذخیرہ الفاظ میں بھی اضافہ کیا ۔ فارسی کا سب سے زیادہ اثر کشمیری شاعری پر ہوا ۔ دراصل کشمیری زبان کے شاعروں نے فارسی شاعروں کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیری کی غزل فارسی غزل کی نقالی نظر آتی ہے۔ علاوہ ازیں فارسی مثنویوں کو سامنے رکھ کر کشمیری میں خمسے کہے گئے۔ عرب و فارس کی داستانوں۔ شیریں فرہاد ، یوسف زلیخا ، لیلی مجنوں، وامق عذرا ، شیخ صنعان کو کشمیری کا جامہ پہنایا گیا ۔ کئی فارسی مثنویوں کے کشمیری نظم میں تراجم کئے گئے ۔ اس مختصر سے جائزہ کی روشنی میں یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ اگر کشمیر میں فارسی نہ پہنچتی تو موجودہ کشمیری زبان پیدا ھی نہ ہوتی ۔

اسلام کے آنے سے قبل یہاں مصوری اور مجسمہ سازی کا فن عروج کو پہنچا ہوا تھا ۔ اسلام میں مجسمہ سازی ممنوع ہے لہذا کشمیری مسلمانوں نے اس کی جگہ خطاطی ، مصورانہ خطاطی اور نقاشی کو رواج دیا ۔ کشمیر کے جن خطاطوں نے برصغیر میں شہرت پائی اور اپنے فن کا لوہا منوایا ان میں یہ فنکار ممتاز مقام رکھتے ھیں ۔

میر حسن کشمیری ، محمد حسین زریں قلم ، حسین کشمیری ، محمد مراد زریں قلم ، ملا محمد محسن ، محمد علی کشمیری ، محمد جعفر کشمیری، محمد ابراهیم ، ملا باقر کشمیری ، بہاء الدین خوشنویس ، حیدر کشمیری، هدایت الله زریں قلم ، محمد رضا مشتاق ، محمد تقی کشمیری ، امام دیری ،عبد

الرسول اور احمد علی کشمیری ۔ ان خطاطوں کی تحریروں کے نمونے ایر
ترکی اور یورپ کے کتب خانوں میں آج بھی دیکھے جا سکتے ھیں ۔ سلا
کشمیر اور مغل عہد حکومت میں خطاطی کو بے حد ترقی ھوئی ۔ اکثر حک
خوشنویسی کے شیدا اور خطاطوں کے قدردان تھے ۔ بطور مثال عالم گیر کی
زیب النساء نے ملا محمد شفیع کی نگرانی میں کشمیر میں ایک دفتر قائم کر
تھا جس میں خوشنویس نقاش اور طلا کار کام کیا کرتے تھے ۔

شاعری ، فن تعمیر اور خطاطی کے ساتھ ساتھ کشمیر و اطراف ک
کے فن کاروں نے مصوری و نقاشی جیسے اہم فنون میں کمال حاصل کیا ۔ ا
گپت ,,کٹنی مت،، میں لکھتا ہے کہ قدیم عہد میں کشمیر میں نقاشی تجارد
فروغ کا ذریعہ تھی ۔ نقاشی کپڑے اور دیواروں پر کی جاتی تھی ۔ کشمیر
باشندے مسلمان ھوئے تو انہوں نے عمارات میں نقاشی کی جدتیں دکھائیں
چھت کے نیچے منقش لکڑی استعمال ھونے لگی ۔ انواع و اقسام کی نقاشی
وہ کرداروں کو مجسم کر دیتے اور مناظر فطرت کی ایسی سچی تصویریں کھی
کہ وہ حقیقت کا ھم پلہ ٹھہرتیں ۔ عہد اکبری میں کشمیری ھنر مندو
مصوری میں اس طرز خاص کو ایجاد کیا جسے کشمیری قلم کہا گیا ۔ وکٹ
البرٹ میوزیم لندن میں ۲۴ بڑی تصاویر آج بھی موجود ھیں جو کپڑے پر
ھوئی ھیں اور ان کو سولھویں صدی عیسوی میں کشمیر میں بنایا گیا تھا

میں یہ رائے پیش کرنے میں کوئی مبالغہ نہیں سمجھتا کہ کشم
باشندہ شاعری خوش الحان پرندوں سے ، رقاصی بل کھاتی ھوئی ندیوں سے
موسیقی نغمہ ریز جھرنوں سے بچپن ھی میں سیکھ لیتا ہے ۔ نیل مت پورا
راج ترنگنی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیر میں موسیقی قدیم ایام سے
مروج رھی ہے ۔ یہ موسیقی چھند پربند ، گیت، ودھا ، اشلوک اور پد ک

تھی ۔ شاھمیری خاندان کے سلطان زین العابدین نے جہاں دیگر اسلامی فنون کو فروغ دیا وھاں اس نے موسیقی کی ترویج کے لئے بھی لائق تحسین کوشش کی ۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ سونے چاندی سے ساز بھر کر سازندوں کو بطور انعام دیا کرتا تھا ۔ علاوہ ازیں اس نے ایران ، خراسان اور ترکستان سے نامی موسیقاروں کو بلا کر کشمیر میں آباد کیا تھا ۔ اس نے ملا عودی ، اور ملا جمیل کو خراسان سے بلایا تھا ۔ ملا جمیل نقاشی میں مہارت نامہ رکھتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کی نقاشی کے نمونے آج بھی وادی میں دستیاب ھیں ۔ موسیقی کا فن سکھانے کے لئے کشمیر میں متعدد مدرسے قائم کر دیئے تھے ۔ چنانچہ کشمیری فن کاروں نے ایسی مہارت حاصل کر لی تھی کہ پیر حسن کے بقول بعض خوانندے ایسے تھے کہ ایک راگ کو بارہ مقاموں میں پیش کرتے تھے ۔ "و بعضی خواننده ها از قبیل بودند که یک راگ در دوازده مقام ادا می نمودند" (۵)

کشمیر کے سازندوں نے ایک بڑا آلہ موسیقی ایجاد کیا تھا جس کا نام گیچک تھا اور جو سارنگی سے مشابہ تھا ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ کشمیری پنڈت بھی اسلامی فنون سیکھ کر نام پیدا کر چکے ھیں ۔ اس سلسلے میں پنڈت بودھی بھٹ کا نام لیا جا سکتا ہے جس نے موسیقی پر ایک تالیف یادگار چھوڑی ہے ۔ مشہور مورخ پنڈت شیر پور بھی سلطان زین العابدین کا درباری گویا تھا وہ طنبورے پر خوب گاتا تھا ۔ تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ سلطان زین العابدین خود بھی کئی سازوں کا موجد تھا ۔

جس طرح پہلے اشارہ کیا گیا کشمیر میں ایک طرف عرب ، ایران، سمر قند ، بخارا اور کابل کے موسیقار اور دوسری طرف برصغیر کے گویے آ کر جمع ھو گئے تھے ۔ ادھر خود کشمیر کے اھل فن نے اس مثلث کا تیسرا زاویہ بنایا تو جو موسیقی کی شکل سامنے آئی وہ خالص کشمیری موسیقی کہلائی ۔ جن ایرانی

راگنیوں کو کشمیری مطربوں اور سازندوں نے اپنایا ان میں یہ مشہور ہیں ۔ راست ، کشمیری راست ، چراغ ، عراق ، نوا ، شاھنواز ، نوروز ، نے ریز ، زنگولہ ، چہار گاہ ، کلیاں ، کھمباج ، بہاگ جھجوٹی ، پہاڑی ، ٹوڑی ، آساوری تلنگ ، سوھن ، سورتھ ، رھاوی ، بلاول ، حسینی ، پوری ، کانگڑھا ، دھرپد ، عشاق ، دھناسری وغیرہ ۔

مرزا حیدر دغلت اور اکبر کے دور حکومت میں کشمیر کی موسیقی کو مزید ترقی ھوئی مورخین کا کہنا ہے کہ شاہزادہ یوسف شاہ چک کی موسیقی کی فنی باریکیوں پر اس قدر گہری نظر تھی کہ اس نے بھرے دربار میں تان سین کو ایک راگ کے بارے میں ٹوک دیا تھا جس پر تان سین کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا تھا ۔ اسی یوسف شاہ کی ملکہ حبہ خاتون نے اپنی کشمیری شاعری کو ایرانی موسیقی میں ڈھالا ۔ راگ راست کشمیری اسی کی ایجاد ہے جو رات کے چوتھے پہر میں گایا جاتا ہے ۔ کشمیری زبان کے ممتاز شاعر اور نقاد جناب امین کامل نے حبہ خاتون کو کشمیری موسیقی کی روح و رواں قرار دیا ہے ۔

سلطان حیدر شاہ نے نوازی میں مہارت رکھتا تھا ۔ موسیقی میں اس کا استاد جہانگیر ماگری تھا ۔ کشمیر کی کلاسیکی موسیقی کو صوفیانہ کلام کہتے ھیں ۔ اس کی ابتدا حسن شاہ کے عہد (۸۳ ۔ ۱۴۷۲) میں ھوئی ۔ حسن شاہ خود کمپوزر تھا اور شاعر بھی ۔ شیرپور لکھتا ہے کہ وہ موسیقی کے شعبہ کا سربراہ تھا اور اس شعبہ میں بارہ سو موسیقار تعلیم و ترویج موسیقی پر مامور تھے ۔ زیرنظر عہد میں عود اور بانسری مقبول آلہ موسیقی تھا ۔ تمبکناڑی اور کشمیری طبلہ عورتوں میں مروج رھا ۔ فارسی موسیقی کی تقلید میں یہاں طالبہ راگ ۔ چھکری تیار ھوا ۔ بعد میں ساز نائی نفیری ، طوطا گزی الغوزہ ستاری اور قانون سے کام لیا جانے لگا ۔ لله عارفہ اور نور الدین ریشی کے

گیت لوگ دھنوں میں گائے جاتے تھے ۔ ان لوک راگوں کے نام یہ ھیں ۔ ایمن ، کھمباج ، آسا ، جھجوٹی ، پٹ دیپ ۔

رقص کو موسیقی سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ۔ سیاہ چشمان کشمیری کی شعر خوانی و پائے کوبی کی اسی صفت توأم کا ذکر کرتے ہوئے حافظ شیرزای نے کہا ہے ۔

بشعر حافظ شیرازمی رقصند و می کوبند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمر قندی

اشاعت اسلام کے بعد کشمیر میں رقص کو صوفیانہ اور حافظہ کا نام دیا گیا ۔ ان رقصوں میں ساز سنتور ، اور طبلہ استعمال ھوتا تھا ۔ فصل کاٹنے کے بعد شہنائی اور ڈھولک پر بچے ناچتے اور خوشی مناتے ۔ اس موسمی رقص کو بچہ نغمہ کہتے ھیں ۔

رُف بھی کشمیر کا عام رقص ہے ۔ یہ دل آویز ھلکی سروں میں پیش کیا جاتا ہے ۔ مرحوم ھدایت اللہ اختر کی تحقیق کے مطابق اس رقص میں عورتیں ایک دوسرے کی کمر میں ھاتھ ڈال کر زنجیر بنا لیتی تھیں ۔ رنگین سنہری کپڑے پہنے ایک آگے ، قدم پیچھے اٹھاتے ہوئے موسیقی کے زیر و بم میں ایک سماں بندھ جاتا تھا ۔ اس رقص میں کسی ساز کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ (٦)

لکھت بھی ایک کشمیری ناچ ہے ، گلیوں اور صحنوں میں بچے ایک دوسرے کا ھاتھ تھام کر ناچتے اور جب ناچ عروج پر پہنچتا تو دیکھنے والے ان کی شکل نہ پہچان سکتے ۔

کشمیر اور اس سے ملحقہ پہاڑی ریاستوں کے باشندے اپنی ذھانت اور

فنکارانہ مہارت کے لئے ہمیشہ مشہور رہے ھیں ۔ اسلام کی اشاعت کے بعد کشمیر میں صنعت و حرفت کا باقاعدہ آغاز ھوا ۔ یہاں مختلف صنعتوں کے ماھرین مثلاً ۔خطاط صحاف، قالین باف ، زین ساز ، نمدہ ساز ، سنگ تراش ، شیشہ گر ، اسلحہ ساز ، نقاش ، قلمدان ساز ، شال باف ، گبہ ساز ، حکاک ، مہرکن ، طلا کار ، نقل نویس وغیرہ پیدا ھوئے ۔

کشمیر کی صنعتوں میں شال بافی ، قالین بافی ، ریشم سازی اور لکڑی کا کام شہرہ آفاق ھیں ۔ کشمیری صناعوں کے بنائے ھوئے قلمدان کابل ، ایران ، فرانس اور انگلستان کو برآمد کئے جاتے تھے ۔ آج کل تصویروں کے البم ، سگریٹ کیس اور ٹیبل لیمپ کے شیڈ بھی بننے لگے ھیں ۔

کشمیر اور اس کے ارد گرد کے علاقوں کی تاریخ و ثقافت کا جو جائزہ ھم نے پیش کیا اس سے یہ حقیقت واضح ھو جاتی ہے کہ یہاں اسلامی روایت کے علوم و فنون کی ایسی ترقی ھوئی کہ اس خطہ گل و لالہ اور وادی سرو و سمن کو ایران صغیر کا نام دیا گیا ۔

مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے ذھین فن کار آج بھی اسلامی علوم اور فنون کی ترقی کے لئے شب و روز کوشش کر رہے ھیں ۔ ھمیں یقین ہے کہ آئندہ ھمارے فکر کو اور رفعت ھمارے فن کو اور نکھار اور ھمارے علم کو اور وسعت نصیب ھوگی ۔

★ ★ ★ ★

مآخـــــذ

۱ - هندو معاشره - انگریزی - بنیرجی - دهلی

۲ - تاریخ بیهقی - مشهد ۱۳۵۰ هش

۳ - تاریخ حسن ج ۱

۴ - تاریخ حسن ج ۱

۵ - ایضاً ج ۲

٦ - کشمیر کے فنون لطیفہ

نیز دیگر تواریخ کشمیر بزبان فارسی ، انگریزی و اردو

* * * * *